AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 1

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی تبلیغی اور سماجی خدمات و اثرات

Author (s): Dr. Sadia Noreen
Dr. Humayum Abbas Shams

Received on: 20 January, 2022
Accepted on: 05 June, 2022

Published on: 10 June, 2022
Citation: English Names of Authors, "Shah Nizam ud Din Aurang Abadi ki Tableeghi Aur Samaji Khidmaat wa Asraat", AL-ILM 6 no 1(2022):244-263
Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی تبلیغی اور سماجی خدمات واثرات

ڈاکٹر سعدیہ نورین*

ڈاکٹر ھمایوں عباس**

Abstract

Nizamuddin Aurangabadi Chishti (may Allah have mercy on him) was born in 1060 AH in Qasba Nagraon (Kakori). His elders came from outside and settled here. He pledged allegiance to Hazrat Sheikh Kaleem Shah. Serving creatures as well as worship was your life's mission. He was a comprehensive scholar of external and internal sciences. The Sunnah of the Prophet was strictly adhered by him. Shah Aurangabadi on the one hand opposed the British government and on the other hand took many steps for the betterment of the society. Hindu Brahmins had divided the members of the society into many sections. For which you preached to make all members of society equal. Today there is a need for the teachings of the Sufis to be presented to all as they emphasized social justice. Today there is a need to practice it. This article reviews the preaching and social activities of Hazrat Aurangabadi. He taught equality and love to eliminate social injustice and discrimination.

Keywords: Nizamuddin,sufism. Preaching of islam

اس مقالہ میں حضرت اورنگ آبادی کی تبلیغی اور معاشرتی اقدامات کا جائزہ لیا ہے۔ مخلوق کی خدمت کرنا اور ساتھ ساتھ عبادت آپ کی زندگی کا مشن تھا۔ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ سنت رسول کے سخت پابند تھے۔ شاہ اورنگ آبادی نے ایک طرف انگریز حکومت کا مقابلہ کیا تو دوسری طرف اصلاح معاشرہ کے لئے کئی اقدامات کئے۔ آپ نے سماجی ناانصافیوں اور فرق کو ختم کرنے لئے مساوات اور محبت کا درس دیا۔ ہندو برہمنوں نے معاشرہ کے افراد کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ جس کے لئے آپ نے سماج کے تمام افراد کو مساوی قرار دینے کے لئے تبلیغ کی۔

برصغیر پاک و ہند میں بہت سے صوفیائے کرام نے سماجی مذہبی اور معاشرتی خدمات سرانجام دی ہیں. صوفیاء میں سے ایک سلسلہ چشتیہ کے صوفی حضرت شاہ نظام الدین اورنگ زیب آبادی بھی ہیں. شیخ نظام الدین اورنگ آبادی حضرت شاہ کلیم اللہ کے مرید خاص اور خلیفہ تھے حضرت شیخ نظام الدین کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں ہے برصغیر پاک و ہند میں ان کے مریدین اور خلفاء کی تعداد کرسکتے پائی جاتی ہے حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کی درگاہ ہندوستان کی مشہور خانقاہوں میں سے ایک بہت بڑی خانقاہ ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ

*: لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ صادق کالج، ویمن یونیورسٹی، بہاولپور

**: پروفیسر، شعبہ اسلامیات، جی سی ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

آبادی کی خانقاہ پر مختلف لوگ آتے تھے وہاں کھانا رہائش اور تعلیم کا مکمل بندوبست ہوتا تھا اس زمانہ میں جس وقت لوگوں کے پاس وسائل نہیں تھے حضرت شیخ نظام الدین مرجع الخلائق تھے کیونکہ آپ کی درگاہ پر ہر وقت کھانا رہائش کی سہولت میسر ہوتی تھی. حضرت شیخ نظام الدین کی تصانیف کثرت سے پائی جاتی ہیں اورنگ آباد کو دنیا میں جہاں علمی ادبی اور تاریخی لحاظ سے اہمیت دی جاتی ہے وہیں پر اس کو حضرت شیخ نظام الدین کی درگاہ کی وجہ سے بھی شہرت حاصل ہے. آپ کی خانقاہ کے قریب ایک مدرسہ بھی تھا جس میں تقریبا سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام بھی ہوتا تھا۔

سابقہ کام کا نقد

صوفیاء کرام کے حالات پر ویسے تو بہت لٹریچر ہے۔ لیکن ان کی خدمات کے حوالہ سے مواد میسر نہیں ہے۔ دیگر صوفیاء حضرت نظام کے حالات پر کافی مختلف کتب میں مواد دستیاب ہے۔ جیسا کہ تذکرہ نگاروں میں سے درج ذیل تالیفات میں آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

خزینۃ الاصفیاء: جلد دوم ص 463 تا 466، از مفتی غلام سرور لاہوری، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

تذکرہ اولیائے پاک وہند: باب 62 ص 344 تا 350، از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل اردو بازار لاہور۔

محمد یوسف رضا قادری انڈیا والے نے ایک مضمون آپ پر لکھا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

مختصر سوانح شاہ نظام الدین اورنگ آبادی

آپ تالیفات میں بھی حالات زندگی تو تفصیل سے ملتے ہیں مگر آپ کی تبلیغی و سماجی خدمات کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔

اس مقالہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصہ میں حضرت شاہ نظام الدین کی احوال و آثار کو ذکر کیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصہ میں حضرت شاہ نظام الدین کی سماجی و معاشرتی معاشی اور دینی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

احوال و آثار

شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے سنہ پیدائش کے حوالے سے دو مستند آراء ہیں۔

(ا) مناقب المحبوبین میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے ۸۲ برس کی عمر میں وصال فرمایا تھا۔[1]

(ب) دوسری رائے کے مطابق خاتم سلیمانی کے مصنف آپ کا سنہ ولادت ۱۰۷۵ھ بتاتے ہیں۔[2]

صاحب شجرۃ الانوار مطابق شاہ نظام الدین اورنگ آبادی صدیقی نسب رکھتے تھے۔ اُن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ کے واسطہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔[3] اسی بات کو

صراحت کے ساتھ خواجہ محمد عاقلؒ نے بیان کیا اُن کی سند حدیث میں جو سلسلہ درج ہے اس میں شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے صاحبزادے شاہ فخر الدین رحمتہ اللہ کو صدیقی النسب بتایا گیا ہے۔[4]

شاہ صاحب کے وطن کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ آثار الصنادید میں سر سید نے ان کے وطن کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اِن کا وطن مکراؤں کے مضافات لکھنؤ سے ہے۔[5] جبکہ ان کا وطن کاکوری تھا۔[6] بعض شجروں میں اُن کا مقام ولادت ''نگراؤں'' درج ہے۔[7] صاحب مناقب المحبوبین لکھتے ہیں:

''وطن اصلی ایشاں در ضلع پورب در قصبہ کاکوری و نگراؤں متصل بلدہ لکھنو است۔''[8]

''اُن کا وطن اصلی ضلع پورب کا قصبہ کاکوری ہے اور جبکہ نگراؤں، لکھنو کا متصل شہر ہے۔''

الغرض مناقبِ فخریہ، شجرۃ الانوار، تکملہ سیر الاولیاء خزینتہ الاصفیاء وغیرہ کے مطابق ان کا وطن پورب میں تھا اور وہاں سے تکمیل علوم کی غرض سے دہلی کا رُخ کیا۔ جبکہ خواجہ حسن نظامی صاحب اور نواب مصلح الدین کے مطابق شاہ صاحب کا وطن کاکوری تھا۔ تکملہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ خواجہ محمد عاقل کے سلسلہ حدیث میں شاہ فخر الدین (شاہ نظام الدین کے صاحبزادے) کی ولایت اِس طرح تحریر کی گئی ہے۔

''ابن الشیخ نظامی الدین الغوری ثم الاورنگ آبادی قدس اللہ سرہ۔''[9]

''وہ شیخ نظام الدین کے بیٹے ہیں جو کہ غوری ہیں اور پھر اورنگ آبادی ہیں۔''

حضرت اورنگ آبادیؒ نے تعلیم کا آغاز اپنے وطن سے کیا۔ پھر مزید تحصیل علم کے لیے دہلی کا رُخ کیا کیونکہ دہلی اسلامی ہند کی ابتداء سے تہذیب و تمدن کا ایک بڑا مرکز رہی ہے۔ یہاں کی خانقاہیں اور مدرسے اپنی مثال آپ تھے۔ بغداد و بخارا سے علمی و روحانی قافلے یہیں آکر ٹھہرتے تھے۔ کوچہ کوچہ میں مسجدیں تھیں۔ تشنگان معرفت اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرتے اور یہاں پہنچتے تھے۔ ہندوستان کا یہ دار السلطنت رشک بغداد و عزت مصر بنا ہوا تھا۔[10]

چنانچہ اس علمی و روحانی مرکز میں جب شیخ صاحب نے شاہ کلیم اللہ دھلویؒ کا شہرہ سنا تو ایک دن اُن کی حویلی میں پہنچے شاہ کلیم اللہ دہلویؒ اُس وقت محفل سماع میں محو تھے اور شاہ صاحب کا یہ دستور تھا کہ محفل سماع کے وقت میں حویلی کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے تھے اور اس دوران کسی بھی ناآشنا شخص کا حویلی میں داخلہ قطعی طور پر بند تھا۔ شیخ نظام الدین جب پہنچے تو اُنہوں نے دروازے پر دستک دی۔ شاہ کلیم اللہ دہلوی نے جب آواز سنی تو ایک مرید کو باہر دیکھنے کے لیے بھیج دیا۔ مرید نے جب شیخ صاحب کو دیکھا تو ناآشنا پا کر نام معلوم کیا اور پیر و مرشد کی خدمت میں آکر یوں بیان کیا کہ ایک بیگانہ شخص، گدا صورت، نظام الدین نامی ملاقات کا خواہش مند ہے۔ شاہ صاحب نے

نام سنتے ہی حکم فرمایا کہ جلدی سے اِس کو اندر بلاؤ۔ شیخ نظام الدین سے نہایت محبت و اخلاص سے ملے اور ان کی ظاہری تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اٹھائی، اس کے بعد ایک عرصہ تک شیخ نظام الدین شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں رہ کر علوم ظاہریہ حاصل کرنے میں مصروف ومشغول رہے۔[11]

پھر ایک ایسا واقع پیش آیا کہ جس نے شیخ صاحب کا علمی رجحان یکسر بدل دیا۔ ایک دن حضرت شیخ یحییٰ مدنی کا ایک مرید شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اُس نے جب شاہ صاحب کو دیکھا تو مستی کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ": ازجوش دل مست وبے ہوش افتاد" کی کیفیت میں آگیا۔ شیخ نظام الدین اُس وقت شاہ صاحب سے کسی کتاب کا سبق لے رہے تھے جب یہ عالم دیکھا تو آپ کو بہت تعجب ہوا اور شیخ سے آپ کی عقیدت وارادت میں بہت اضافہ ہوگیا اور شیخ نظام الدین کی توجہ علوم ظاہری سے علوم باطنی کی طرف منتقل ہوگئی کیونکہ اس واقعہ کے بعد اس بات پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی تھی کہ شاہ کلیم اللہ دہلوی علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی یکساں اثر رکھتے تھے۔ اور اپنی درسگاہ میں اس کی تعلیم وتربیت بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے کرتے تھے چنانچہ شیخ صاحب کی توجہ بھی علوم باطنی کی طرف راغب ہوگئی۔ اِس کے بعد شیخ سے عقیدت ومحبت کا یہ عالم ہوگیا کہ ایک دن شاہ کلیم اللہ صاحب مجلس سے اُٹھ کر فرش کے کنارے پہنچ گئے اور شیخ نظام الدین نے فوراً بڑھ کر مرشد کے جوتے اُٹھا کر صاف کرکے رکھ دیئے، مرشد کو شیخ صاحب کی یہ ادا بہت پسند آئی اور بہت محبت سے اُن کی طرف دیکھ کر پوچھا: نظام الدینؒ تو ہمارے پاس علوم ظاہری حاصل کرنے آیا ہے یا فوائد باطنی کے لیے جو زیادہ بہتر اور اچھے ہیں!" شیخ نظام الدین نے فوراً جواب دیا۔

"سپردم بتو مایہ خویش راتو دانی حساب کم وبیش را۔"

شاہ صاحب کو یہ شعر سُن کر اپنے پیر ومرشد شیخ یحییٰ مدنی رحمہ اللہ کی پیشن گوئی یاد آگئی کہ جو اُنہوں نے فرمایا تھا کہ ایک شخص کسی ایسے ہی موقع پر یہ شعر پڑھے گا اور وہ ہماری نسبت کا مالک ہوگا اور اُس سے سلسلہ چشتیہ کی بے پناہ ترقی ہوگی۔[12]

بس اِس کے ساتھ ہی شاہ صاحب کو بات سمجھ میں آگئی کہ:

آمد آں یارے کہ ماضی خواستیم

چنانچہ آپ نے اِسی وقت شاہ نظام الدین کو بیعت کرلیا۔ شاہ کلیم اللہ دھلویؒ نے اپنے مرید شیخ نظام الدین کی روحانی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی۔ شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ کو اورنگ آبادی میں وصال فرمایا: مزار مبارک پر ایک عالی شان گنبد اور قریب ہی ایک مسجد بنائی گئی۔[13]

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کی سماجی وتبلیغی خدمات

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے وہ عظیم ستون میں کہ جنہوں نے اپنے شیخ شاہ کلیم اللہ دہلوی کے شانہ بشانہ سلسلہ چشتیہ کی نشاۃ ثانیہ میں اہم کردار ادا کیا۔ برصغیر کے معاشی وسیاسی تنزلی کے دور میں اورنگ آباد جیسے علاقے میں معاشرتی رویوں کی اصلاح کا فریضہ سر انجام دیا۔ مشاہیر صوفیہ میں آسمان ولائت کا وہ رخشندہ ستارہ کہ جس نے بمثل تبسم کواکب ہمہ وقت اشرف المخلوقات کی ہدایت میں ایام زندگی گزارے۔ یہ ہمہ جہت شخصیت ایک ہی وقت میں فقیہہ العصر، شیخ الحدیث اور قدوت السالکین نظر آتے ہیں۔ اور انہوں نے خانقاہی نظام کو احیاء بخشتے ہوئے معاشرتی مسائل کے حل کا بیڑا یوں اُٹھایا کہ برصغیر کو حضرت محب النبی شاہ فخر الدین دہلوی جیسا سپوت دیا۔ یہ وہ شخصیت ہیں کہ زمانے کے انحطاط وزوال پر گہری نظر رکھتے ہوئے معاشرے کی ضرورتوں کو عین روح کے مطابق سمجھتے تھے اور ہمہ وقت اصلاحی کوششوں میں مصروفِ عمل رہتے تھے۔ ذیل میں اِن کی معاشرتی خدمات کو بیان کیا جاتا ہے۔

شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی دعوتی وتبلیغی خدمات

دعوت وتبلیغ کے حوالے سے شاہ صاحب کا انداز بہت منفرد تھا آپ نے اپنے مرشد جن سے آپ کو حد درجہ عقیدت ومحبت تھی، کے حکم سے دعوت وتبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ جس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

لشکر میں تبلیغی مساعی

شاہ نظام الدین صاحبؒ نہایت حلیم الطبع، منکسر المزاج اور اخلاق میں بلند پایہ ہونے کے ساتھ اپنے مرشد کی حد درجہ قرابت کا شرف بھی رکھتے تھے۔ آپ کے پیر ومرشد حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ اپنے خلیفہ (شاہ صاحب) کی سعادت مندی اور تبلیغی کارناموں اور جدوجہد سے حد درجہ متاثر اور مطمئن تھے۔ چنانچہ اُن کی ذہنی وروحانی تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد انھیں دکن جانے کا حکم فرمایا اُس وقت دکن کے حالات بہت ابتر تھے۔ اورنگ زیب نے اپنی زندگی کے آخری ۲۶ سال دکن میں مرہٹوں سے جنگ کرنے میں صرف کیے تھے۔ جغرافیائی حالات کی بنا پر مرہٹوں کا مکمل خاتمہ ناممکن ہو گیا تھا۔ اورنگ زیب کے مرنے کے بعد مرہٹوں کی طاقت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ دکن اور گجرات کی صوبہ داری پر امراء آپس میں جھگڑتے تھے اور مرہٹوں کی طاقت بڑھتی گئی۔[14]

جب مرہٹوں کا طوفان شمال کی جانب امنڈتا تھا تو اس کا مقابلہ کرنے کے بجائے حکومت کی طرف سے مرہٹوں کو مراعات دی جاتی تھیں تاکہ وقتی طور پر وہ طوفان رک جائے۔ ان مراعات نے مرہٹوں کی ہمت میں اضافہ کر دیا۔ جب فرخ سیر اور سید بردران میں کش مکش ہو رہی تھی تو سید حسین علی نے دکن میں مرہٹوں کو اپنا ساتھی اور مدد گار بنانے کی نیت سے بالا جی و شواناتھ کو تمام دکن سے چوتھ اور سردیش مکھی وصول کرنے کا حق دے

دیا۔ بادشاہوں کی کمزوری اور امراء کی خود غرضی کے باعث مرہٹوں کو لوٹ مار اور قتل وغارت گری کا موقع مل گیا اورنگ زیب تک کو اِن امراء نے آخری عمر میں پریشان کر دیا تھا۔ صاحبِ سیر المتاخرین لکھتے ہیں:

"اما از تہادن بعض امراء رکاب کہ برائے اغراض خود انفصال ہنگامہ مرہٹہ نمی خواستند، استیصال مرہٹہ صورت نہ گرفت۔"[15]

"پچھلے تین دن سے امراء ہنگامہ آرائی کی غرض سے مرہٹوں کے ساتھ ہم رکاب ہو چکے ہیں اور مرہٹوں کو گرفتار کرنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔"

مرہٹوں کی لوٹ مار، قتل وغارت گری اور پھر مسلسل جنگ وجدل نے مدنی زندگی کی سب نعمتوں کو ختم کر دیا تھا، خوف وہراس، افسردگی اور پریشانی ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ بنگال کے مشہور شاعر گنگارام نے لکھا ہے:

"برگیوں (مرہٹوں) نے دیہاتوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگوں کے اُنہوں نے ہاتھ، ناک، کان کاٹ لیے۔ خوبصورت عورتوں کو وہ رسیوں میں باندھ کر لے جاتے۔ جب ایک بار گی زنا کر چکتا تھا تو دوسرا کرتا تھا۔ عورتیں چیخیں مارتی تھیں... اُنہوں نے گھروں کو آگ لگادی اور ہر طرف لوٹ مار کرتے ہوئے گھومے۔"

اِن حالات میں لوگوں کو اپنی زندگی وبال معلوم ہونے لگی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجبور ہو کر احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی کہ وہ ہندوستان آکر مرہٹوں کے تسلط سے خلاصی دلوائے۔[16] اُس وقت سپہ سالار سے لے کر معمولی سپاہی تک ہندوستان کو واپس آنے کے لیے بے تاب تھے۔ یہاں تک کہ ایک امیر نے شہنشاہ کو ایک لاکھ روپے صرف اس لیے پیش کیے کہ اس کو ایک سال تک دہلی اقامت کی اجازت دی جائے۔[17]

اِس طرح کے سخت حالات میں جبکہ جنوبی ہندوستان کے لوگ خود شمال کی طرف ہجرت پر مجبور تھے۔ شاہ کلیم اللہ دہلویؒ نے اپنے قریبی اور عزیز ترین خلیفہ کو دکن جانے کا حکم فرمایا۔ مقصد اعلائے کلمتہ الحق تھا ایک مکتوب میں شیخ صاحب کو مخاطب کر کے اعلائے کلمتہ الحق کی تلقین واضح الفاظ میں فرماتے ہیں، تم کو اللہ نے دکن کی ولائت عطا فرمائی ہے تم یہ کام پورے طور پر انجام دو میں نے اس سے پہلے تم کو لکھا تھا کہ لشکر میں جاؤ، لیکن اب یہ حکم ہے کہ جہاں کہیں ہو اعلائے کلمتہ اللہ میں مصروف رہو اور اپنے جان ومال کو اسی میں صرف کر دو۔ شیخ نظام الدین کے دکن آنے سے پہلے بھی بہت سے بزرگ دکن میں سلسلہ نظامیہ کو فروغ دے چکے تھے۔ ان ہستیوں میں امیر حسن سنجری سر فہرست ہیں۔ ان کے علاوہ شیخ برہان الدین کے کارہائے نمایاں تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں اور سید محمد گیسو دراز کی خدمات کو سامنے رکھا جائے تو دکن نظامیہ سلسلہ کے لیے کوئی غیر متعارف جگہ نہیں تھی۔ یہ بزرگ اُس وقت دکن میں خدمات انجام دیتے رہے جب سلطنت دہلی کا زوال اپنے آغاز پر تھا جبکہ حضرت نظام الدینؒ نے سلطنت مغلیہ کے بالکل اختتام پر دہلی کو اپنی کوششوں کا مرکز بنایا۔ شیخ نظام الدین

اورنگ آبادی نے شاہ کلیم اللہ دہلوی کی ہدایت کے مطابق تبلیغ و اصلاح کے کام کا آغاز لشکر شاہی سے کیا۔ شاہ صاحب کے مکتوبات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ نظام الدین صاحبؒ شاہی لشکر کے ساتھ دکن تشریف لے کر گئے تھے۔ کچھ عرصہ تک اِن کی نقل و حرکت لشکر کے ساتھ ہی ہوتی رہی۔ جیسا کہ ایک مکتوب سے اس کی دلیل ملتی ہے۔

"از ابتدائے آمدن شمادر لشکر بادشاہی کہ تا تاریخ حال ہفت ہشت ماہ گذشتہ باشد دو کتابت رسیدہ۔"[18]

"شیخ صاحب کے لشکر شاہی کے ابتدائی حالات میں یہ بات لکھی ہے کہ سات آٹھ ماہ کا وقت گزرا اور اس میں شاہ کلیم اللہ کو ان کے دو مکتوبات ملے۔"

ان کے خطوط لشکریوں کے ذریعے شاہ صاحب کو ملتے تھے جن میں دکن کے حالات کا ذکر بھی ملتا تھا تو اس میں شاہ صاحب احتیاط کی تلقین کرتے ہیں۔ جیسا کہ شاہ صاحب کے مکتوب نمبر ۲۱ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے جس میں وہ اپنے مرید خاص کو یہ تلقین کر رہے ہیں کہ وہ دکن کے حالات بڑی احتیاط سے لکھا کریں۔[19]

شیخ صاحب اپنے مرشد کے نام خطوط میں اپنے لشکر کے احوال بھی بیان کرتے ہیں یہاں مرشد اپنے مرید کے مکتوبات جن میں عقائد رافضیہ کا ذکر ہے بیان کرتے ہیں:

"در لشکرئے کہ شما ہستید اکثر شنیدہ می شود کہ معتقدات رفض بغایت رائج است۔"[20]

"اپنے لشکر کے حالات میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اکثر جس طرف بھی غور و خوض کرتا ہوں عقائد رافضیہ نظر آتے ہیں۔"

ایک اور مکتوب میں بھی اصلاح کا احوال یوں بیان کرتے ہیں:

"قبل ازیں مے نوشتم کہ بہ لشکر بر دید اکنوں ایں امر است ہر جا باشید در اعلائے کلمتہ الحق باشید۔"[21]

"اپنے اس لشکر کے ساتھ سفر مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ ہر طرف اعلائے کلمتہ الحق کی ضرورت ہے۔"

چنانچہ شاہ کلیم اللہ آپ کو لشکر میں موجود رہنے اور اعلائے کلمتہ اللہ میں مصروف رہنے کا حکم دیتے ہیں یہاں تک کہ اپنے جان و مال تک کو صرف کرنے کا حکم ہے۔ شاہ صاحب یہاں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"بہر طریق بودن شما در لشکر موجب رحمت علیٰ عباد اللہ است۔"[22]

"جیسے بھی ہو آپ کی لشکر میں موجودگی لوگوں کے لیے اللہ کی رحمت کی صورت ہونی چاہیے۔"

ایک اور مکتوب میں شاہ صاحب کا حکم تھا کہ آپ (شیخ نظام الدین) لشکر میں موجود طالب حق لوگوں کی رہنمائی میں ہمہ وقت مصروف رہیں اور مرتے دم تک اسی کام کی جدوجہد میں مشغول رہیں۔[23]

آپ نے اپنے مرشد کے حکم پر عمل شروع کر دیا چنانچہ آپ نے لشکر میں رہ کر لشکریوں کی اصلاح وتربیت کے کام کا جو آغاز کیا اور آپ کی محبت کی وجہ سے لشکریوں کے عادات واطوار اور اخلاق میں جو تبدیلی آئی۔ اِس کا اندازہ شاہ صاحب کے اِس مکتوب سے خوب ہوتا ہے جو اُنہوں نے اُن لشکریوں سے ملاقات کے بعد جو لشکری شیخ صاحب کے خطوط شاہ کلیم اللہ کو پہنچاتے تھے، شیخ نظام الدین کو لکھا یہاں شاہ کلیم اللہ فرماتے ہیں کہ : دیگر معلوم شد کہ از لشکر دو جوان بسیار از وضع شما محفوظ بودند و تعظیمے از مذاق شما می کردند، معلوم شد کہ کمال رشد شناختہ اند۔"[24]

"لشکر سے آنے والے لوگوں کی وضع، تعظیم اور مزاج سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ رشد وہدایت کی راہ پر ہیں اور کمال رشد کی شناخت رکھتے ہیں۔" یعنی اُس وقت اُن کی ظاہری وضع قطع، عادات واطوار اور اخلاق سے شاہ صاحب کو معلوم ہو گیا کہ اُن کی تربیت کا آغاز ہو چکا ہے۔ جس کا اظہار اُنہوں نے اس مکتوب میں کیا ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ نیک لوگوں کی صحبت کا اثر اختیار کرنے والوں کی شخصیت پر نمایاں ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس موضوع کو اس انداز میں بیان کیا ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔"[25]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

یعنی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور ان کے اثر میں رہو اور یہ اثر ان لوگوں پر نمایاں تھا جو حضرت اورنگ آبادیؒ کے حلقہ تربیت میں تھے۔

تبلیغی جدوجہد پر شیخ کے تاثرات

شاہ کلیم اللہ دہلوی نے انتہائی نامساعد حالات میں اپنے مرید خاص کو اعلائے کلمتہ الحق کے لیے دکن جانے کا حکم دیا تاکہ وہ وہاں جاکر اصلاح وتبلیغ دین کی خدمات انجام دیں۔ مرشد نے اپنے مرید خاص کو جو حکم دیا اُس کی وضاحت درج ذیل خط سے ملتی ہے کہ:

"حکم آن است کہ در لشکر خدمت گاری طالب علمان حق نمائید وایں سعادت خود شمارید وجہد کنید تا مردم بسیار از حفیض غفلت بزاویہ معرفت بہ طفیل شما رسند۔"[26]

"حکم یہ ہے کہ طالب علم خدمت گاری میں حق ادا کرے اور اس سعادت کو دوبارہ اپنا لیں تاکہ بہت سے لوگ غفلت سے بچ کر تمھارے طفیل معرفت حاصل کریں۔"

چنانچہ مرشد کے حکم کے تئیں آپ نے دکن میں اصلاح و تبلیغ کے کام کو اپنا مقصد حیات بنالیا اور اس مقصد کے حصول کے لیے اپنا جان ومال صرف کر دیا۔ شاہ صاحب دہلی میں بیٹھ کر حکم نامہ جاری کرتے اور مرید دکن میں بیٹھ کر ان احکامات پر عمل کرتے۔ شاہ کلیم اللہ دھلوی کو جب اپنے مرید کی سعادت مندی اور فرمانبرداری کا علم ہوتا تو آپ خوشی سے باغ باغ ہو جاتے۔ چنانچہ ایک خط میں اس خوشی کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"امار حمت خدائے تعالیٰ بر شما باد کہ بے اجازت قدم بر ندارند کسیکہ بدولتے رسید ہمیں ادب رسید۔"[27]

"تم پر اللہ کی رحمت ہو تم بے اجازت قدم تک نہیں اٹھاتے ہو جس کو بھی دولت حاصل ہوئی اسی ادب سے ہوئی۔"

شیخ نظام الدین اپنے شیخ شاہ کلیم اللہ دہلوی کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کرتے جس کام میں بھی اپنے شیخ کے حکم کی نفی کا اندیشہ پیدا ہوتا فوراًوہ کام ترک کر دیتے تھے۔ چنانچہ شاہ کلیم اللہ نے اصلاح وتربیت کا جو فریضہ آپ کے سپرد کیا تھا آپ اس کے ادائیگی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے۔

دکن میں شاہ نظام الدین صاحبؒ کا قیام مختلف جگہوں پر رہا جس کو شاہ کلیم اللہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"خطے کہ بعد از سیر بیجاپور ۲ شوال مرقوم بود رسید۔"[28]

شاہ صاحب کی خواہش تھی کہ شیخ نظام الدین برہان پور میں اقامت اختیار کریں۔ کیونکہ وہاں کی تاریخی اہمیت سے کسی کو اِنکار نہیں۔ شاہ کلیم اللہ دہلویؒ نے اپنی اِس خواہش کا اظہار فرمایا۔ لکھتے ہیں:

"اللہ اللہ دریں روز ہادر برہان پور خوبیہا است وطن اختیار بکنید برلب آب اگرچہ صحرا باشد انشاء اللہ تعالیٰ آبادی ہم آں جانخواہد رفت۔"[29]

"اللہ اللہ اس زمانے میں برہان پور میں بڑی خوبیاں ہیں اسی کو وطن بنالو۔ کسی دریا کے کنارے اگر صحرا بھی ہو گا تو انشاءاللہ وہاں آبادی چلی جائے گی۔"

ایک جگہ برہان پور کی خوبیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"برائے توطن شہر برہان پور در جمیع خوبیہا است خوب است ہم گذر مردم ہندوستان وہم گذر مردم دکھن وہم گزر حجاج بیت الحرام واکثر درویشاں دریں شہر بودند اما تکیہ برلب آب اختیار کنند واز نظام پورہ نام نہند۔[30]

"توطن کے لیے برہان پور میں بڑی خوبیاں ہیں وہاں سے شمالی ہندوستان کے لوگ گذرتے ہیں اور دکن کے لوگ بھی، حاجی بھی اسی راہ سے جاتے ہیں۔ بہت سے درویش اس شہر میں رہتے ہیں۔ لیکن تکیہ پانی کے قریب بنانا چاہیے اور اس کا نام نظام پورہ رکھنا چاہیے۔"

لیکن آپ برہان پور میں مستقل اقامت نہ رکھ سکے۔ کچھ عرصہ شولاپور پھر اورنگ آباد پہنچے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"خواجہ عبد اللطیف بر سر نامہ کتابتے نوشتہ بودند کہ شاہ نظام جیو باورنگ آباد تشریف بردند اما از نرسیدن کتابت از جانب شما دل نگران بود معلوم شد کہ ہنوز جائے مقرر نشدہ۔"[31]

"خواجہ عبد اللطیف نے لکھا تھا کہ شاہ نظام الدین جیو اورنگ آباد چلے گئے ہیں، لیکن تمہارے خط نہ آنے سے تشویش ہے۔ معلوم ہوا ابھی جگہ مقرر نہیں ہوئی ہے۔"

امراء وسلاطین کی صُحبت اور شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی جہاں عام لوگوں پر اتنا لطف و کرم فرماتے تھے وہاں آپ امراء و سلاطین سے حتی المقدور دور رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ اُن کی طرف سے بھیجی گئی نذر و نیاز، تحفے تحائف سخت ناپسند فرماتے تھے اور کبھی قبول نہ کرتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ دھلوی کو جب امراء و سلاطین کے حوالے سے مرید کی استقامت کی اطلاع ہوئی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ کے مکتوب نمبر ۶ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔[32] یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ نے خود بلایا لیکن آپ نے دربار میں جانے سے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب کو جب علم ہوا تو انہوں نے خط لکھا:

"خوب کردید کہ قبول ایں معنی نہ کردید کہ ہمیں طلب سلاطین دلیل رعونیت و جباری است۔ اگر در طبیعت ایشاں شکستگی و فد دویت فقرا باشد ابرام بہ سلطانیت نکنند بلکہ خود از سر قدم ساختہ بخدمت شتابند تا ممدوح جناب صمدیت کہ نعم الامیر علیٰ باب الفقیر باشند۔"[33]

ان الفاظ میں شاہ کلیم اللہ دھلوی نے شیخ اورنگ آبادی کے اس اقدام کو سراہا اور فرمایا کہ سلاطین کا کسی کو اپنے دربار میں یوں طلب کرنا تکبر و جباری کی علامت ہے اور ہم فقیر لوگ ہیں جنہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم سلاطین کی خدمت میں جائیں بلکہ امراء فقیروں کے دروازے پر چل کے آتے ہیں۔ جس زمانہ میں شیخ نظام الدین دکن بھیجے گئے تھے اس وقت نواب غازی الدین خاں وہاں موجود تھے چنانچہ شیخ صاحب کے تقدس کی خبر جب نواب صاحب تک پہنچی تو اُنہوں ے آپ کو اپنے گھر دعوت دی لیکن شاہ نظام الدین نے پیر و مرشد کے حکم کے تحت انکار کر دیا جب شاہ کلیم اللہ کو اِس کی خبر ہوئی تو خط لکھا کہ:

"مرقوم بود کے غازی الدین خاں طلب ملاقات کردنر فتم خوب کردید کرنر فتید اگر اور افتادر خدمت فقراء بودے خود می آمد و خود آرائی نے کرد۔"[34]

"تم نے لکھا تھا کہ غازی الدین نے ملاقات کے لیے بلایا اور تم نہیں گئے تم نے بہت اچھا کیا کہ نہ گئے۔ اگر اُسے فقراء میں دلچسپی ہوتی اور اعتقاد ہوتا تو خود حاضر ہوتا خود آرائی نہ کرتا اس انکار کے بعد بھی غازی الدین نے اصرار جاری رکھا لیکن شیخ صاحب نے جانے سے برابر انکار کیا۔" جب شاہ صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو لکھا:

"می دانند کہ پیش فقرا بادشاہاں رفتہ اند و سعادت دانستہ اند غازی الدین خاں نوکر است از نوکراں بادشاہ اگر احیاناً او بہ فقیر نوشت من اجازت خانہ دولتمندن شمارا نخواہم نوشت۔[35]

"تمہیں معلوم ہو کہ فقراء کی خدمت میں بادشاہ حاضر ہوئے ہیں اور اس کو اپنے لیے سعادت سمجھا ہے۔ غازی الدین خاں تو بادشاہ کے نوکروں میں سے ہے اگر وہ مجھے لکھے گا تو بھی میں اجازت نامہ نہیں لکھوں گا۔"

اس کے بعد غازی الدین خود شاہ نظام الدینؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی عقیدت مندی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد نواب سلطان الملک بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جس کا احوال صاحب مناقب فخریہ یوں لکھتے ہیں۔

"نواب سلطان الملک آصف جاہ نیز شرف بیعت در خدمت آں ظل الٰہی داشت۔"[36]

"نواب سلطان الملک آصف شرف بیعت حاصل کر کے شاہ نظام الدین کی خدمت میں آ گئے۔"

یوں عقیدت مندی کا یہ سلسلہ چل پڑا پھر نظام الملک آصف جاہ بڑے مذہبی جذبات اور صوفیہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اُن کے متعلق آزاد بلگرامی کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

"امیرے بایں جلالت شان بر مسند امارت قدم نگذاشتہ، اختر طالع ایں صاحب اقبال از آغاز عمر تا انجام بر مدارج ترقی صعود نمود... سادات و علماء و مشائخ دیارِ عرب وماوراء النہر خراسان و عجم و عراق و ہند آوانہ قدر دانی استماع یافتہ رو بدکن آوردند۔"[37]

"اس شان کا امیر کبھی مسند امارت پر نہیں بیٹھا۔ اس صاحب اقبال کا اختر طالع ابتدائی زمانے سے آخر تک ترقی کے مدارج طے کرتا رہا... سادات علماء اور مشائخ عرب، ماوراالنہر، خراسان، عراق اور ہندوستان سے اُن کی قدر دانی کی شہرت سن کر دکن کی طرف متوجہ ہو گئے۔" شاہ نظام الدین کی امراء و سلاطین سے دور رہنے کی ایک بڑی وجہ اس دور کے علماء کی دنیا پرستی تھی جو دنیا پرستی کے نشے میں گم ہو کر مختلف امراء اور رویہ سا سے منسلک ہو کر سیاست میں حصہ لے رہے تھے ایسی سیاست جس کا مقصد دوسروں کی فلاح و بہبود نہ تھا بلکہ اپنے لیے جاہ و منزلت کا حصول تھا۔ علماء کی اس دنیا پرستی اور حرص و ہوس کے خلاف ہر دور میں آواز بلند کی گئی ہے چنانچہ اکبر کے دور میں حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے خلاف آواز بلند کی جبکہ بعد کے دور میں شاہ ولی اللہ پھر شاہ نظام الدین کے پیر و مرشد شاہ کلیم اللہ دہلوی نے اس رجحان کے خلاف آواز بلند کی۔ چنانچہ شاہ نظام الدین نے ان علماء کی روش سے اجتناب کرتے ہوئے امراء و سلاطین سے ہر صورت علیحدہ رہنے کو ترجیح دی اور اپنے پیر و مرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دکن

میں سلسلہ کی روایات کا پورا خیال رکھا۔ لوگوں نے اُن سے بادشاہ سے ملاقات کا اصرار کیا لیکن آپ نے کبھی قبول نہ کیا۔ شاہ کلیم اللہ کو جب اپنے مرید کی استقامت اور راسخ الاعتقادی کی اطلاع ہوئی تو بہت خوش ہوئے۔[38]

خانقاہ نظامیہ کے سماجی اثرات

شاہ نظام الدینؒ نے اپنی علمی خدمات کا آغاز اورنگ آباد میں خانقاہ کے قیام سے کیا۔ آپ کی صحبت میں بے انتہا کشش تھی۔ آپ کے ایک مرید کا کہنا ہے۔

آتش بدلم جمال رویت افروخت
وز شعلہ آن خرمن ہستی ہم سوخت
زلفِ تو مرا بہ بست مژگانِ تو کشت
حسن تو مرا خرید و عشق تو فروخت[39]

"چنانچہ جب اورنگ آباد میں آپ نے اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی تو وہ بہت کم مدت میں عوام و خواص میں مقبول ہوگئی۔ ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا کیونکہ شاہ صاحب کی صحبت میں بہت تاثیر تھی آپ جس کی طرف دیکھ لیتے وہی آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔"

آپ کی خانقاہ کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کا گفتگو کا انداز بڑا دل کش تھا، موقع و محل کے مطابق اشعار اس انداز سے پڑھتے کہ سننے والا تڑپ اٹھتا تھا۔ ایک بار عبادت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم باخدا بودن بہ از ملک سلیمان

آپ نے یہ شعر اِس انداز سے پڑھا کہ خواجہ کامگار خاں بے اختیار رو پڑے۔40 خواجہ کامگار خاںؒ کو اپنے شیخ (خواجہ نظام الدینؒ) سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ پہلی ملاقات کے بعد جب اپنے شیخ سے الگ ہونے لگے تو بے اختیار یہ اشعار اُن کی زبان پر جاری ہوگئے۔

گشتم زئے شاہ نظام الدین مست
مستی من است عالی ار روز الست
عکس رخ یار چوں بساغر ویدم
ازبادہ پرستی شدہ ام جام پرست[41]

آپ کی صحبت کی کشش کے باعث آپ کی خانقاہ میں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا جس سے ابتداء میں شیخ نظام الدین کو کچھ تکلیف ہوئی لیکن مرشد کی ہدایت تھی کہ:

"از رجوع خلائق و کثرت مریداں خود را گم نہ خواہی کرد۔"[42]

"خلقت کے ہجوم اور مریدین کی کثرت کی طرف رجوع کرنے سے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالا کریں۔"

چنانچہ آپ نے تمام لوگوں سے خوشی سے ملنا اور اُن کی اصلاح و تربیت کو مقصدِ حیات بنالیا۔ آپ کی خانقاہ کے دروازے ہر کس و ناکس کے لیے کھلے رہتے۔ شاہ سلیمان تونسویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت اورنگ آبادی کی خانقاہ کے دس دروازے تھے ہر در پر ایک کاتب بیٹھا رہتا تھا جو بھی حاجت مند آتا اُس کی حاجت کو لکھ لیا جاتا۔[43] اُس پر شیخ صاحب کی مہر لگادی جاتی تھی۔ جس کے الفاظ یہ تھے:

ذکر موئے از ہمہ اولیٰ

اور

در رعایت علہا بکوش نظام دین بد نیا معزوش[44]

"کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر ہر کام سے پہلے ہونا چاہیے۔"

شیخ نظام الدین اورنگ آبادی نے پابندیٔ اوقات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خانقاہی نظام کو منظم کیا۔ تاکہ اِس کے اثر سے معاشرتی خرابیوں کو دور کیا جاسکے۔ چنانچہ جناب شیخ نظام الدین کا زیادہ تر وقت مطالعہ میں گزرتا تھا کیونکہ آپ کو کتابوں سے خاص لگاؤ اور بے حد دلچسپی تھی۔ لیکن اورنگ آباد پہنچنے کے بعد غیر از اشغل کسی چیز سے تعلق نہ رہا۔ اورنگ آباد پہنچنے کے بعد آپ کا شغف عبادت و ریاضت کی طرف بڑھ گیا۔ ذکر کی رغبت بڑھ گئی۔ چنانچہ آپ نے اپنے لیے ایک ایسا حجرہ بنوایا تھا جو زنانہ اور مردانہ مکان کے درمیان میں تھا۔ جب جی چاہتا اس کو زنانہ بنالیتے اور حسب ضرورت مردانہ کر دیتے۔ آپ کے معمولات کچھ اس طرح سے تھے کہ آپ نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے بعد ۵، ۶ گھنٹے تک حجرے میں تشریف فرما رہتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ اس دوران کوئی بھی شخص خدمت میں حاضری نہیں دے سکتا تھا۔ یاد حق سے فراغت کے بعد حجرہ مبارک کا دروازہ کھول دیا جاتا اور ہر کس و ناکس کو اندر جانے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی مکمل اجازت ہوتی۔ نماز ظہر کے بعد پھر نماز عصر سے کچھ وقت پہلے بھی معمول تھا کہ حجرہ کا دروازہ زائرین کے لیے کھول دیا جاتا تھا۔ اور یہی وہ وقت ہوتا تھا جب خواجہ نور الدینؒ مشکوٰۃ شریف یا کسی اور کتاب کی قرأت کرتے تھے بعد نماز عصر خواجہ کامگار خاں مشائخ متقدمین کے احوال سے متعلق کتابیں پڑھ کر سناتے تھے۔ نمازِ مغرب کے قریب محفل میں خاموشی رہتی اور بعد نماز مغرب حضرت شیخ نظام الدین حجرہ میں تشریف لے جاتے اور اس وقت مخصوص لوگ اندر جاسکتے تھے۔ آپ ہر مسئلے کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرماتے تھے۔ آپ سے جب بھی کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپ

مسئلے کا جواب ہمیشہ حوالے دے کر دیتے اور مسئلہ پوچھنے والے کو یہ ہدایت دی جاتی کہ وہ حوالہ والی کتاب کا خود بھی مطالعہ کرے۔ کبھی غیر ضروری بحث نہ کرتے، بحث ومباحثہ آپ کو بالکل پسند نہ تھا۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا معمول تھا کہ کبھی کھانا اکیلے نہ کھاتے تھے۔ لیکن اگر کبھی ایسی صورت پیش آتی تو پہلے کھانا مخلصوں کے گھروں میں بھجواتے اُس کے بعد خود تناول فرماتے تھے۔[45]

مختلف معاشرتی رویوں کی اصلاح میں صوفیہ کے معمولات کا گہرا عمل دخل رہا ہے کیونکہ یہ ایک فطری عمل ہے کہ شاگرد اپنے اُستاد کے طرزِ زندگی کو شعوری یا لاشعوری طور پر اپنانے کی سعی کرتا ہے اور شاہ صاحب کے حلقۂ درس سے چونکہ ہر طبقہ فیض یاب ہوتا تھا تو آپ کے ان معمولات کا اثر اُن سب طبقوں پر پڑا جس سے معاشرے میں مثبت تبدیلی رونما ہوئی۔

تصنیفی خدمات کے تبلیغی وسماجی اثرات

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کی ایک تصنیف نظام القلوب کے نام سے ہے اور یہ تصنیف اسم بہ مسمی ہے یعنی اِنسان کے قلب وذہن کی رشد وہدایت کے ساتھ وابستگی کی تمام جہات کو بیان کیا ذیل میں اِن کی اِس کتاب کے فصول بیان کی جاتی ہیں جن سے کتاب کا موضوع واضح ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۹ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی تھی اس میں مندرجہ ذیل ۲۱ فصلیں ہیں:

۱۔ در فوائد ذکر جہر
۲۔ درارشاد و تلقین
۳۔ درذکر پاانفاس و حبس دم و نفی واثبات لا معبود الا اللہ وسہ پایہ
۴۔ درذکر ذات کلمہ، وحبس دم اسم اللہ واللہ جہراً بامد خواہ یا قصر در محاربہ صغیر وکبیر
۵۔ ورذکر اللہ حاضری
۶۔ فی طریق تعلیم الذکر
۷۔ درذکر نفی واثبات وذکر ناسوتی ملکوتی وجبروتی ولاہوتی
۸۔ درذکر یک ضربی تا دوازدہ ضرب
۹۔ درذکر حدادی
۱۰۔ درذکر کشف معانی قرآن وکشف قبور
۱۱۔ درذکر پنج تن پاک وذکر کشف روح رسول اللہ وکشف الارواح واسماء ملائکہ واسم شیخ
۱۲۔ ورذکر حسب الاستعداد وصلاحیت از انتقال بعضے صفات بسوئے صفات دیگر

۱۳۔ درذکر جبرئیلی و سہر وردی وبدلا و فنا وبقا و ذکر جبروت و یاہو و کشف ملکوت و حضور و یاحی یا قیول ولا ہو الا ہو۔

۱۴۔ در اسماء اذکار یذکرون اہل اللہ

۱۵۔ در معرفت اذکار عربی و فارسی و بعضے سلوک جوگیہ و اذکار ایشاں و جلسہ

۱۶۔ درذکر اسم جلال مشترک

۱۷۔ در شغل آئینہ و نظر ہر دو چشم در بالائے ابرد

۱۸۔ در مراقبہ و در بیان مراقبہ سلسلہ نقشبندیہ

۱۹۔ درذکر جانوران

۲۰۔ انوارے کہ در حالت ذکر ظاہر شوند

۲۱۔ در علامت آواز شیطانی و رحمانی

شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کا سماج کی اِصلاح و تربیت کا نظام

مریدوں کی اصلاح و تربیت میں آپ اصول کلیمی کی تعلیمات و ہدایات کی پیروی کرتے تھے۔ اِن ہی اُصولوں کی روشنی میں شیخ نظام الدین نے مریدین کی اصلاح کا پروگرام مرتب کیا۔ ان کا موقف تھا کہ تخلیق انسانی کا بنیادی مقصد عبادت ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں۔ کہتے تھے:

"در کلام اللہ وارد داست وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ پس بر ہمہ لازم کہ دریں کار سعی بلیغ نمایند۔"[46]

"قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے جن اور انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے پس سب پر لازم ہے کہ اس کام میں پوری پوری کوشش کریں۔"

آپ مریدین کی خصوصی دیکھ بھال فرماتے تھے۔ خصوصاً عبادت و ریاضت، ذکر و اوراد میں بہت سختی سے کام لیتے تھے، تمام مریدوں پر خاص نظر رکھتے تھے آدھی رات کو مریدین کو دیکھنے چل پڑتے جس کو ذکر سے بے خبر سویا ہوا پاتے اُسے پانی ڈال کر جگا دیتے تھے۔ لکھا ہے۔

"ہر شخصے کے بخواب رفت خود ملاحظہ فرمودہ کوزہ آب سرد ہمراہی میں داشتند و بر اں می پاشیدند تا ایں مرتبہ تقید در تربیت داشتند۔"[47]

"ہر وہ شخص جس کو آپ خود دیکھتے کہ وہ رات کے پچھلے پہر میں محو خواب ہے تو ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ لیتے اور اُس پر پانی ڈال کر اُسے جگادیتے اور اِس طرح سے اُسے عبادت کی طرف متوجہ کرتے اور تربیت کرتے۔"

آپ مریدین کی باطنی اصلاح وتربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے اِس مقصد کے تحت پاس انفاس اور ذکر جہر کو خاص مقام دیتے تھے۔ آپ کا فرمان ہے کہ اُنہی کے ذریعے سے باطنی اصلاح وتربیت ممکن ہے۔ مغرب کے وقت ایک شخص بیعت ہوا، فوراً خواجہ محمد نور الدین کو حکم دیا کہ اس شخص کو ذکر جہر سکھادو۔ شاہ کلیم اللہ ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں": وروئیداد فیمابین وحقیقت فرستادن اعظم شاہ قاب طعام وردآں وباز فرستادن اوبرائے صوفیان وباز ردآن ومنع اواز ذکر جہر در مسجد جامع باد وصد سہ صد کس وقت مغرب ہمہ معلوم شد، برادر من آنچہ شما کردید خوب کردید۔"[48]

عاجزی وانکساری آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی، ریا اور خود پرستی کو انتہائی غلط گردانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اظہار مشخیت کو وہ قطعاً ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار ایک مرید نے جو باباصاحبؒ کی اولاد میں سے تھا ایک تسبیح پیش کی کہ اس میں چند دانے باباصاحب کی تسبیح کے بھی شامل ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تبرک کے طور پر یہ تمہارے پاس رہے تو اچھا ہے میں تو کبھی تسبیح ہاتھ میں لیتا ہی نہیں، میرے اندر جو تسبیح ہے میں اسی میں مشغول رہتا ہوں۔ پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"تسبیح در دست گرفتن بدعت است کسے را کہ تسبیح باطن در دست آمدہ باشد تسبیح ظاہر را چرا بدست گیرد۔"[49]

"تسبیح ہاتھ میں لینا بدعت ہے جس کے ہاتھ میں باطن کی تسبیح ہو وہ کیوں ظاہری تسبیح ہاتھ میں پکڑے گا۔"

آپ نذر ونیاز قبول نہ کرتے تھے۔ جب مرشد کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو نذر قبول کرنے کی ہدایت دی کیونکہ اس طرح کسی کی دل شکنی کا امکان تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص خلوص کے ساتھ کوئی چیز پیش کرتا ہے تو اسے قبول کرلیا کرو اور محتاجوں میں بانٹ دو چنانچہ اس کے بعد آپ نذر قبول کرلیا کرتے تھے۔ اور فقیروں میں بانٹ دیتے تھے۔ جمعہ کے روز جو بھی نذر آتی تھی وہ قوالوں یا مجلس میں جو مستحق لوگ موجود ہوتے ان میں بانٹ دیتے۔ اس کے علاوہ باقی دنوں میں جو کچھ آتا وہ محتاجوں میں تقسیم کردیا کرتے۔[50]

آپ سخاوت میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے تھے کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے تھے۔ صاحب فخر الطالبین لکھتے ہیں اُن کے پاس اشرفی، روپیہ، پیسے علیحدہ کاغذ میں بندھے ہوئے رکھے رہتے تھے، جو محتاج آتا اس میں سے دے دیتے تھے۔ فقیر کو ایک پیسہ سے زیادہ نہ دیتے تھے اور عام لوگوں کو اشرفیاں تک دیتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ شریف کے لیے بڑی مشکل ہے وہ شرم کے مارے بھیک بھی نہیں مانگ سکتا اور فاقہ کرتا ہے ان لوگوں کا کیا ہے یہ تو در در پھر کر خوب جمع کرلیتے ہیں۔[51] شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کی شخصیت کے ان تمام پہلوؤں کا مقصد دراصل اپنے

مریدین کی ذہنی و روحانی تربیت تھا۔ اِس طرح غیر محسوس انداز سے مریدین کے ظاہر و باطن کی اِصلاح کر کے معاشرے کے اندر موجود غلط رویوں کے درستی ہی آپ کا مقصود تھا۔

اتباع سنت کی ترغیب

معاشرے میں خرافات کے بڑھنے کا ایک اہم سبب نبی کریم ﷺ کے طریقہ کار کو چھوڑنا ہے لہٰذا صوفیہ کرام نے ان معاشرتی خرابیوں کے سدباب کے لیے سنتِ نبوی ﷺ کو اپنانے کی طرف خصوصی توجہ دی چنانچہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کو اتباع سنت کا بہت خیال رہتا تھا۔ آپ کا کبھی کوئی عمل سنت کے خلاف نہ ہوتا تھا۔ سنت کی پیروی اُن کا فرض اولیں تھا۔ صاحب احسن الشمائل لکھتے ہیں:

"در جمیع احوال وافعال واقوال موجب سنت رسول (ﷺ) بجامی آورد اصلا تجاویز و تفادت از سنت نہ شنبیدہ۔"[52]

"ہر کام اور ہر بات سنت نبوی ﷺ کے مطابق کرتے تھے کبھی کسی سنت سے ہٹ کر کوئی کام کرنا اُن کے متعلق نہیں سُنا گیا۔" آپ کی اتباعِ سنت کا یہ اثر ہوا کہ آپ کے زیر تربیت لوگوں نے بھی سنتِ نبوی ﷺ کو اپنانا شروع کیا جس سے مختلف بدعات کا خاتمہ ہو سکا اور معاشرے کی اصلاح ممکن ہو سکی۔

نتائج و سفارشات

زیر تحقیق مقالہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کا معاشرہ میں ایک خاص مقام تھا. ایک اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کو سلسلہ چشتیہ میں خاصی مہارت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ یہ نظام الدین کے بہت سے خفا پائے گئے ہیں دوسرا صوفیا میں عزت شاہ نظام الدین کی بہت سی تصنیفی و تالیفی خدمات بھی ہیں اس لحاظ سے بھی رشتہ نظام الدین کے معاشرہ میں خاص اہمیت دی جاتی ہے اور زمانہ میں ماہر تھے اور ہندوؤں کو تبلیغ کرنا ایک مشکل کام تھا اس وجہ سے بہت سے لوگوں کو اسلام میں داخل ہوئے. اس لیے بندہ اس بات کی سفارش کرتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی پر خصوصی طور پر سرکاری جامعات میں قائم کی جائیں گے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ صوفیاء کرام کی تعلیمات کو سب کے سامنے پیش کیا جائے جس طرح انہوں نے سماجی انصاف پر زور دیا آج اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] سلیمانی، حاجی، نجم الدین، مترجم پروفیسر افتخار احمد چشتی، مناقب المحبوبین،، فیصل آباد، چشتیہ اکیڈمی، ص ۴۷

Soleimāni, Haji, Najāmuddin, Manāqib Al-Māhboobin, Translator Prof. Iftikhār Ahmad Chishti, Faisalabad, Chishtiā Academy, p47

2 بلوچی مولوی اللہ بخش، خاتم سلیمانی، لاہور: خادم التعلیم اسٹیم پریس، ۱۳۲۵ھ، ص: 23

Bālochi Mulvi Allah Bakhsh, Khatām Soleimāni, Lahore: Khādim-e-Taleem Steam Press, 1325 AH, p: 23

3 نظام الملک، مناقب فخریہ، دہلی: مطبع یوسفی، ۱۳۱۵ھ، ص:۵

Nizām-ul-Mulk, Manāqib Fakhriā, Delhi: Yousifi Press, 1315 AH, p5

4 احمد پوری، خواجہ گل محمد، تکملہ سیر الاولیاء، دہلی: مطبع رضوی، ۱۳۱۲ھ، ص:۹۴

Ahmad Puri, Khāwaja Gul Mohammad, Tākmela Sir Al-Awliyā, Delhi: Rizvi Press, 1312 AH, P: 5

5 سر سید احمد خان، آثار الصنادید، دہلی، اردو اکادمی، ص۷۶

Sir Syed Ahmad Khan, Ashār-ul-Sanādid, Delhi, Urdu Academy, p76

6 مولوی، سید امام الدین، دہلی: افضل المطابع، ۱۳۲۲ھ، ص:۱۴۴

Maulvi, Syed Imām-ud-Din, Delhi: Afzāl Al-Mutābe, 1322 AH, p 144

7 چشتی، مولانا غلام فرید خان، شجرۃ چشتیہ سلیمانیہ فخریہ، آگرہ: مطبع الٰہی، ص:۱۴۴

Chishti, Maulanā Ghulām Farid Khān, Shajrāt Chishtiā Sulaymāniyah Fakhri , Aāgra,p144

8 سلیمانی، حاجی، نجم الدین، مناقب المحبوبین، ص:۴۷

Soleimāni, Haji, Nājmuddin, Manāqib Al-Māhboobin, p 47

9 امیر خورد، محمد مبارک علوی، کرمانی، سید، سیر الاولیاء (مترجم: اعجاز الحق قدوسی)، لاہور: مرکز اردو بورڈ، ۱۹۸۰ء ص:۱۸۰

Amir Khurd, Mohammad Mub āak Alvi, Kirm āi, Syed, Sir Al-Awliyā (Translator: Ijaz-ul-Haq Qudusi), Lahore: Markaz Urdu Board, 1980,p180

10 عفیف شمس سراج، تاریخ فیروز شاھی، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ: ص:۲۴۱

Afif Shāms Siraj, History of Feroze Shāhi, Asia Tuck Society Calcuttā: p241

11 امیر خورد، سیر الاولیاء سیر الاولیاء، ص:۹۴

Amir Khurd, Sir Al-Awliyā Sir Al-Awliyā, p 94

12 امیر خورد، سیر الاولیاء، ص:۹۵

Amir Khurd, Sir Al-Awliya Sir Al-Awliya, p 95

13 چشتی، کمال الدین، شجرۃ الانوار، ص:۲۷

Chishti, Kamāl-ud-Din, Shajrāt-ul-Anwār, p 27

14 سر جادوناتھ سرکار، زوال سلطنت مغلیہ، جلد اول، مطبوعہ دہلی: ص:۶۷

Sir Jadunāth Sarkār, The Fall of the Mughāl Empire, Volume I, Published in Delhi: p 67

15 سید غلام حسین خان، سیر المتاخرین، مطبوعہ دہلی: ۱۹۱۵ء، ص:۹۲۳

Syed Ghul ā Huss ān Khan, Sir Al-Mut āhreen, Delhi Press,1915,p923

16 نظامی، خلیق احمد، شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات، دہلی، ندوۃ المصنفین، ص:۴۶،۴۷

Nizāmi, Khaliq Ahmad, Political Letters of Shah Waliullah Dehlāvi, Delhi, Nadwāt Al-Musnafin, p46،47

17 شاہ نواز خان، مآثر الاسداء، جلد اول، مطبوعہ کلکتہ: ۱۸۸۸ء، ص:۴۵۷

Shāh Nawāz Khan, Maathārul Asdā, Volume I, Published in Calcuttā,457

18 جہان آبادی، شاہ کلیم، مکتوبات کلیمی، مترجم قاضی غوث محی الدین، لاہور، ورڈویو پبلشرز، مکتوب نمبر ا
Jahanabādi, Shah Kaleem, Maktoobāt Kalimi, Translator Qāzi Ghous Mohi-ud-Din, Lahore, Word View Publishers, Letter No. 1

19 ایضاً، مکتوب نمبر ۲۱
abid letter number 21

20 ایضاً، مکتوب نمبر ۷
abid letter number,7

21 ایضاً، مکتوب نمبر ۷
abid letter number,7

22 ایضاً، مکتوب نمبر ۳۳
abid letter number 33

23 ایضاً، مکتوب نمبر ۶۰
abid letter number 60

24 ایضاً، مکتوب نمبر ۱۸
abid letter number 18

25 التوبۃ:۱۱۹
Al toba:119

26 ایضاً، مکتوب نمبر ۶۰
abid letter number 119

27 ایضاً، مکتوب نمبر ۵
abid letter number 5

28 ایضاً، مکتوب نمبر ۴۵
abid letter number 45

29 ایضاً، مکتوب نمبر ۲۵
abid letter number 25

30 ایضاً، مکتوب نمبر ۶۱
abid letter number 61

31 ایضاً، مکتوب نمبر ۵۲
abid letter number 52

32 ایضاً، مکتوب نمبر ۶
abid letter number 6

33 ایضاً، مکتوب نمبر ۴۷
abid letter number 47

34 ایضاً، مکتوب نمبر ۳۵
abid letter number 35

35 ایضاً، مکتوب نمبر ۸۹
abid letter number 89

36 محمد فخر الدین، مناقب فخریہ، در مطبع احمدی دہلی، ص:ے
Muhammad F āhr-ud-Din, Manāqib Fakhriā, in Ahm āi Press, Delhi,p7

37 بلگرامی غلام علی آزاد، روضتہ الاولیاء، مطبوعہ دہلی، ص:۶۹
Bulgrāmi Ghulām Ali Azad, Rozāt-ul-Awliyā, Delhi Press, p 69

38 جہان آبادی، شاہ کلیم، مکتوبات کلیمی، مکتوب نمبر ۲۴
Jahanabādi, Shah Kalim, Maktoobāt Kalimi, Maktoob No. 24

39 خواجہ کامگار خاں، احسن الشمائل، شیفتہ کلکشن، مسلم علی گڑھ یونیورسٹی، انڈیا، ص34
Khawāja Kamgar Khan, Ahsan Shamāil, Sheftā Collection, Muslim Aligarh

University, India, p. 34

40 خواجہ کامگار خاں، احسن الشمائل، ص35

Khawāja Kamgar Khan, Ahsan Shamāil, p. 35

41 خواجہ کامگار خاں، احسن الشمائل، ص35

Khawaja Kamgar Khan, Ahsan Shamail, p. 35

42 جہان آبادی، شاہ کلیم، مکتوبات کلیمی، مکتوب نمبر ۱۰۱

Jāhanabādi, Shah Kalim, Maktoobat Kalimi, Maktoob No.101

43 تونسوی، شاہ سلیمان، نافع السالکین، محمد حسین للہی، لاہور، غوثیہ کتب خانہ، ص:۱۰۷

Tunsui, Shah Sulaimān, Nafi 'al-Sālkin, Muhammad Hussain Lālhi, Lahore, Ghousia Library, p.107

44 امیر خورد، سیر الاولیاء سیر الاولیاء، سیر الاولیاء، ص:۹۶

Amir Khurd, Sir Al-Awliyā Sir Al-Awliya, Sir Al-Awliya, p.96

45 خواجہ کامگار خاں، احسن الشمائل، ص:۵۴

Khawaja Kamgar Khan, Ahsan Shamail, p.54

46 خواجہ کامگار خاں، احسن الشمائل ص:54

Khawaja Kamgar Khan, Ahsan Shamail, p.54

47 خواجہ کامگار خاں، احسن الشمائل ص:54

Khawajā Kamgar Khan, Ahsan Shamāil, p.54

48 جہان آبادی، شاہ کلیم، مکتوبات کلیمی، مکتوب نمبر ۶

Jāhanabādi, Shah Kalim, Maktoobat Kalimi, Maktoob No.6

49 خواجہ کامگار خاں، احسن الشمائل، ص:۷۶

Khawaja Kamgar Khan, Ahsan Shamāil, p.76

50 خواجہ کامگار خاں، احسن الشمائل، ص56

Khawaja Kamgar Khan, Ahsan Shamāil, p.56

51 دہلویؒ، شاہ فخر، فخر الطالبین، کراچی، مان اکیڈمی، ص:۹۵

Dehlāvi, Shah Fakhr, Fakhr-ul-Tālibeen, Karachi, Mann Academy, p95

52 امیر خورد، سیر الاولیاء، ص:۱۰۲

Amir Khurd, Sir Al-Awliyā, p 102